

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: [3006-3329](#)

ISSN E: [3006-3337](#)

"امتزاجی تنقید: نظریاتی اساس، تخلیقی جہتیں اور تنقیدی امکانات وزیر آغا کے تنقیدی نظام کے تناظر میں ایک مطالعہ"

☆ لائل تاج

بی ایس اردو اسکالر شعبہ اردو، ایمرسن یونیورسٹی، ملتان

lailataj568@gmail.com

☆ منیر احمد

پی۔ ایچ۔ ڈی اسکالر شعبہ اردو بہا الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

Munirahmad31000@gmail.com

☆ تصور حسین

پی۔ ایچ۔ ڈی اسکالر شعبہ اردو غازی یونیورسٹی ڈیرہ غازی خان

tassavurhussain2114@gmail.com

☆ ڈاکٹر اقراء ریاض

شعبہ اردو بہا الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

Riaziqra82@gmail.com

Abstract:

This study examines the concept of Integrative Criticism (Imtizaji Tanqeed) in Urdu literary criticism, with particular emphasis on the critical thought of Wazir Agha. Integrative Criticism emerged as an attempt to move beyond the limitations of rigid, single-theory approaches and to develop a broader and more flexible method of reading literary texts. The study explores its theoretical foundations, creative dimensions, and methodological implications, particularly its emphasis on the positive assimilation of diverse critical theories rather than their mechanical combination. It also highlights the significance of extensive and multidimensional study in the formation of an integrative critical personality. Another important aspect of this approach is the balanced relationship among the author, text, and reader, through which literary interpretation is viewed as a comprehensive and interactive process. The study further discusses the role of Integrative Criticism in challenging theoretical rigidity, extremism, intellectual stagnation, and limited critical perspectives in Urdu criticism. At the same time, the objections raised by Daniyal Tareer's critique are examined, particularly the concern that unrestricted use of different critical devices may weaken the structural and existential significance of the text. The study concludes that Integrative Criticism is not merely an aggregate of different critical theories; rather, its distinctive feature lies in the creative assimilation and selective application of relevant theoretical insights according to the nature of the literary text. It may therefore be regarded as an important dimension of Wazir Agha's critical system and as an effort to recover the comprehensive and flexible functions of literary criticism.

Keywords:

Integrative Criticism, Imtizaji Tanqeed, Wazir Agha, Urdu Literary Criticism, Critical Theory, Literary Text, Author, Reader, Comprehensive Reading, Critical Personality, Daniyal Tareer, Critical Methodology

تنقید اور تخلیق کا رشتہ ادب کے بنیادی مباحث میں شمار ہوتا ہے۔ تخلیقی عمل کے نتیجے میں وجود میں آنے والا فن پارہ جب قاری اور نقاد کے سامنے آتا ہے تو اس کے مختلف معنوی، فکری، جمالیاتی اور ساختی پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ تنقید کو تخلیق کے لیے محض فیصلہ صادر کرنے والا عمل قرار دینا کافی نہیں بلکہ یہ تخلیق کے مختلف امکانات کو دریافت کرنے کا وسیلہ بھی ہے۔

تنقید اور تخلیق کا آپس میں گہرا تعلق رہا ہے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ ہر تخلیق میں یہ گنجائش موجود رہتی ہے کہ وہ تنقید کی زد پر آئے۔ تنقید وہ آئینہ ہے جس کے روبرو آکر تخلیق کے تمام زاویے منعکس ہوتے ہیں۔ تخلیق کے جملہ انعکاس کے لیے یہ ضروری ہے کہ آئینہ بھی مسلسل میقل کے عمل سے گزرتا رہے۔ مگر اردو تنقید میں صیقل کا یہ عمل کچھ زیادہ حوصلہ افزا نظر نہیں آتا۔ اس کے باوجود معدودے چند نقاد ایسے ہیں۔ جنہوں نے اپنے مسقیم ارقائی عمل سے تنقید میں صیقل کا کام بخوبی سرانجام دیا ہے۔ ان ناقدین میں سے ایک اہم نام وزیر آغا کا ہے۔ انہوں نے انہوں نے مشرقی تنقید کو یہ حوصلہ اور آن بان عطا کیا کہ مشرقی تنقید بھی مغربی تنقید کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جرات سے سوال کر سکے۔ امتزاجی تنقید بھی ایسے ہی خلا قانہ اور جرات مند اند و ظیفے کی نشان دہی۔

یہی فکری پس منظر امتزاجی تنقید کے تصور کو سمجھنے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اردو تنقید میں وزیر آغا نے ایسے تنقیدی رویے کی ضرورت محسوس کی جو کسی ایک نظریے، دبستان یا عصری صورت حال کا پابند نہ ہو بلکہ مختلف علوم اور تنقیدی نظریات کے مثبت عناصر سے استفادہ کرتے ہوئے فن پارے کو زیادہ جامع انداز میں سمجھنے کی کوشش کرے۔

اردو تنقید میں امتزاجی تنقید کا تصور نسبتاً جدید ہے۔ ماخذ کے مطابق اکیسویں صدی کے آخر میں بعض تنقیدی کتب کو امتزاجی تنقید کا حامل قرار دیا جانے لگا، تاہم بعد میں اس کے عملی پہلوؤں کے مقابلے میں اس کے نظری مباحث کو زیادہ توجہ حاصل ہوئی۔ اس بحث میں شمس الرحمن فاروقی، گوپی چند نارنگ، جمیل جالبی، انور سدید، ناصر عباس نیر، فہیم اعظمی، مناظر عاشق ہر گانوی اور رفیق سندیلوی جیسے ناقدین کا ذکر ملتا ہے، تاہم وزیر آغا کو اس حوالے سے زیادہ مؤثر آواز قرار دیا گیا ہے۔ ان کی اہمیت اس امر میں ہے کہ انہوں نے امتزاجی تنقید کے خدوخال اور اس سے وابستہ مباحث کو واضح کرنے کی کوشش کی۔ وزیر آغا کے نزدیک:

"امتزاجی تنقید ایک زادیہ نظر ہے جو کسی ایک عصری صورت حال کے تابع نہیں۔" (1)

اس تعریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ امتزاجی تنقید کسی مخصوص عہد، ایک ہی نظریے یا محدود فکری سانچے کی پابند نہیں۔ اس کا بنیادی وصف اس کی وسعت نظر اور نظریاتی کشادگی ہے۔

رفیق سندیلوی امتزاجی تنقید کو قرأت اور مطالعے کے ایک وسیع تر طریقے کے طور پر دیکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ مختلف تنقیدی دبستانوں کے قابل قبول حربوں سے استفادہ کرتی ہے اور نفسیاتی، عمرانی اور اخلاقی دبستانوں سے بھی انتہا پسندی سے گریز کرتے ہوئے فائدہ اٹھاتی ہے۔ رفیق سندیلوی کے الفاظ میں:

"امتزاجی تنقید، طے شدہ یا کسی خاص وضع کا وظیفہ نہیں، یہ قرأت کا ایک وسیع تر ڈسپلن ہے اور مطالعے کا ایک امتزاجی طریق ہے۔ ادب کی تخلیق کے عقب میں کسی ایسے سسٹم یا بیرونی پرنٹ کا متقاضی ہے جو سادگی دیکھائی سے لبریز بھی ہو اور مملو بھی۔ یہی وجہ ہے کہ امتزاجی تنقید جہاں نقد الادب کے تمام زادیوں مثلاً رومی بیت پسندی، نئی تنقید، اسطوری تنقید، ساختیاتی تنقید، پس ساختیاتی تنقید نئی تاریخی کی حامل تنقید، نوما کسی تنقید اور نسوانی تنقید کے قابل قبول حربوں سے روشنی اور توانائی حاصل کرتی ہے۔ وہاں انتہا پسندی سے گریز کرتے ہوئے نفسیاتی، عمرانی اور اخلاقی دبستانوں سے بھی استفادہ کرتی ہے۔" (2)

یہ تعریف امتزاجی تنقید کے دائرہ کار کو وسیع کرتی ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ایک بنیادی سوال بھی پیدا ہوتا ہے: کیا امتزاجی تنقید ماضی کے تمام تنقیدی نظریات کا محض مجموعہ یا ادغام ہے؟

وزیر آغا خود اس سوال کو یوں اٹھاتے ہیں:

"اگر اس سے مراد مختلف تنقید کے نظریات کا ادغام ہے تو پھر بتایا جائے کہ وہ تنقیدی مکاتب جو آپس میں

متضاد ہیں امتزاجی تنقید کا حصہ کیسے بن سکتے ہیں۔" (3)

اس سوال کا جواب امتزاجی تنقید کے بنیادی تصور کو واضح کرتا ہے:

"امتزاجی تنقید سے مراد محض مختلف تھیوریوں کی حاصل جمع ہرگز نہیں۔ یہ ان سب کی حاصل جمع سے کچھ زیادہ

ہے اور یہ کچھ زیادہ ہونا اس کا تخلیقی پہلو ہے۔" (4)

یہاں "کچھ زیادہ" کی اصطلاح خصوصی اہمیت اختیار کر جاتی ہے۔ امتزاجی تنقید کی اصل تخلیقی قوت اسی اضافی اور تخلیقی سطح میں پوشیدہ ہے جہاں مختلف نظریات براہ راست یکجا نہیں ہوتے بلکہ نقاد کی فکری شخصیت میں جذب ہو کر ایک نئی تنقیدی بصیرت پیدا کرتے ہیں۔

وزیر آغا اس تصور کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس میں مختلف تنقیدی نظریے براہ راست آمیز نہیں ہوتے، یہ رنگوں میں ڈھل کر نقاد کے اندر ایک ایسی قوس

قرع کو جنم دیتے ہیں جس کے حصے بخرے ہو ہی نہیں سکتے۔" (5)

ناصر عباس نیز بھی امتزاجی تنقید کو محض نظریات کے میکاکی امتزاج سے الگ قرار دیتے ہیں:

"امتزاجی تنقید سراسر شعوری اور انفرادی فعل نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ چند نظریات کو لیا انہیں کسی ہاون

دستے سے پیسا اور فرمایا کہ لیجئے امتزاجی تنقید کا معاملہ تیار ہے۔" (6)

ان دونوں اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ امتزاجی تنقید کا تعلق نظریات کی تعداد سے زیادہ نقاد کی فکری تشکیل اور تخلیقی جذب سے ہے۔

امتزاجی تنقید کا ایک اہم تقاضا وسیع اور کثیر الجہات مطالعہ ہے۔ ماخذ کے مطابق امتزاجی نقاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ مختلف علوم اور تنقیدی نظریات سے واقفیت رکھتا ہو تاکہ کسی فن پارے کے سامنے آنے پر یہ طے کر سکے کہ اس کی تفہیم کے لیے کون سا زاویہ نظر زیادہ موزوں ہے۔

ماخذ میں اس تصور کے تحت یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ وسیع مطالعہ محض امتزاجی تنقید کی اضافی خوبی نہیں بلکہ نقاد کا بنیادی فریضہ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

یہاں امتزاجی شخصیت کا تصور اہم ہو جاتا ہے۔ ایک ایسا نقاد جو صرف ایک نظریے سے وابستہ ہو، ممکن ہے ہر متن کو اسی مخصوص نظریے کے ذریعے دیکھنے کی کوشش کرے۔ اس کے برعکس امتزاجی شخصیت کا حامل نقاد متن کی نوعیت اور ساخت کے مطابق اپنے علمی وسائل بروئے کار لاتا ہے۔

وزیر آغا کے الفاظ میں:

"ہر وہ نقاد جو محض ایک نظریے یا مسلک کے تابع ہو گا۔ صرف ایک مخصوص زاویے ہی سے متن کی طرف پیش

قدمی کرے گا جب کہ امتزاجی تنقید کا حامل نقاد تابع مہمل نہیں ہو تا کیونکہ وہ غیر شعوری طور پر عصری نظریات یا

افکار کے جواہر کو خود میں جذب کر تا رہتا ہے۔ صرف عصر ہی نہیں وہ تو گزشتہ زمانوں کے جواہر کو بھی اپنے اندر

محسوس کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ فکرو فن کے تمام اجزاء اور عصری اور آفاقی تجربات کے سارے رنگ اس کی

امتزاجی شخصیت کا حصہ بن چکے ہوتے ہیں۔ ایسا نقاد جب خود کو متن کے روبرو لا کھڑا کرتا ہے تو کھلے غیر مشروط

انداز میں ایسا کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ متن کے جملہ ابعاد تک رسائی پانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔" (7)

اس تصور کے مطابق امتزاجی شخصیت کسی فوری نظریاتی ترکیب کا نام نہیں بلکہ ایک طویل مطالعاتی اور فکری ارتقا کا نتیجہ ہے۔

امتزاجی تنقید کا ایک اہم پہلو مصنف، متن اور قاری کے باہمی تعلق کو تسلیم کرنا ہے۔ ماخذ میں اس تصور کو مغربی تنقید کے ارتقائی سفر کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ پہلے

مصنف مرکز نگاہ رہا، پھر متن کو مرکزیت حاصل ہوئی اور اس کے بعد قاری کو اہمیت دی گئی۔ امتزاجی تنقید ان تینوں کو ایک جامع تعلق میں دیکھتی ہے۔

وزیر آغا کے مطابق:

"پچھلی کئی دہائیوں پر پھیلی ہوئی مغربی تنقید نے اول اول مصنف کو مرکز نگاہ بنایا۔ اس کے بعد متن یا Text کی بالا دستی قائم کی اور پھر قاری کو مرکزی حیثیت تفویض کی۔ امتزاجی تنقید نے تخلیقی عمل میں مصنف، متن اور قاری تینوں کو شامل کر کے ایسی مثال کو سامنے لانے میں کامیابی حاصل کی، جس کے تینوں اطراف ایک کی اہمیت کے حامل تھے۔" (8)

یہ تصور امتزاجی تنقید کو ایک متوازن تنقیدی نظام کی طرف لے جاتا ہے، کیونکہ فن پارے کی مکمل تفہیم صرف تخلیق کار کے ارادے، صرف متن کی ساخت یا صرف قاری کے رد عمل سے ممکن نہیں رہتی۔ تینوں عناصر کا باہمی تعلق ادب کی معنوی تشکیل کو زیادہ جامع بناتا ہے۔

ماخذ میں اقبال کی شاعری کو امتزاجی رویے کی ایک نمایاں مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق اقبال نے مختلف فلسفیانہ اور فکری نظاموں سے استفادہ کیا، ان کے مثبت اور منفرد پہلوؤں کو اپنی فکر میں جذب کیا اور بعض نظریات کے منفی یا ناقص پہلوؤں کو رد کیا۔ یہ مثال اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ امتزاج کا مطلب ہر نظریے کو یکساں طور پر قبول کرنا نہیں بلکہ وسیع مطالعے کے بعد انتخاب، تنقیدی امتیاز اور تخلیقی جذب کی صلاحیت پیدا کرنا ہے۔

اقبال کے حوالے سے ماخذ میں یہ موقف سامنے آتا ہے کہ بعض ناقدین اور قارئین کی محدود علمی استعداد نے ان کے فکری امتزاج کو درست طور پر سمجھنے میں رکاوٹ پیدا کی، جبکہ وسیع علمی پس منظر رکھنے والے اہل علم نے ان کی فکر اور شاعری کی جامع حیثیت کو بہتر طور پر دریافت کیا۔

اس مثال سے امتزاجی تنقید کا ایک بنیادی اصول سامنے آتا ہے: وسیع مطالعہ بذات خود کافی نہیں؛ اس مطالعے سے تنقیدی انتخاب اور تخلیقی جذب کی صلاحیت پیدا ہونا بھی ضروری ہے۔

امتزاجی تنقید کے فروغ کی ایک اہم وجہ ماخذ میں اردو تنقید کے فرسودہ اور یک رخ نظاموں کو قرار دیا گیا ہے۔ ایسے نظام جن میں مخصوص نظریاتی وابستگی، انتہا پسندی، ذاتی تعلق اور فکری جمود غالب ہو، فن پارے کی آزاد اور جامع تفہیم میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔

ماخذ میں امتزاجی تنقید کو اسی جمود کے خلاف ایک نئے فکری امکان کے طور پر دیکھا گیا ہے۔

اسلم حنیف کے مطابق:

"تخلیق میں امتزاجیت کے تخلیقی عناصر اس وقت تحلیل ہو سکتے ہیں جب خود تخلیق کار کسی محدود نظریے کا پابند نہ ہو یا کم از کم اس کے نظریے میں ایسی لچک موجود ہو جو تخلیقی عمل میں کشادگی اور تنوع پیدا کرنے کے امکانات میں مانع نہ ہو۔" (9)

امتزاجی رویہ صرف تنقید تک محدود نہیں بلکہ تخلیقی عمل کے لیے بھی نظریاتی کشادگی کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر تخلیق کار کسی جامد اور محدود نظریے کا پابند ہو تو تخلیقی امکانات محدود ہو سکتے ہیں۔

ماخذ میں پیش کردہ مباحث کی روشنی میں امتزاجی تنقید کے بنیادی خدوخال کو درج ذیل نکات میں سمیٹا جاسکتا ہے:

امتزاجی تنقید سابقہ تنقیدی نظریات کے مثبت اور قابل استفادہ عناصر کے انجذاب کی صورت ہے۔ یہ سابقہ نظریات کے کمزور، محدود اور انتہا پسند پہلوؤں کو قبول کرنے کی پابند نہیں۔ یہ مصنف، متن اور قاری کی باہمی مشارکت کو اہمیت دیتی ہے۔ یہ نقاد، تخلیق کار اور قاری سے وسیع مطالعے اور کثیر الجہات علمی شخصیت کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ مختلف نظریات کو متن پر باری باری آزمانے کے بجائے متن کی نوعیت کے مطابق موزوں تنقیدی وسائل کے استعمال پر زور دیتی ہے۔ اس میں تنقیدی نظریات کا میکا کی امتزاج نہیں بلکہ تخلیقی جذب اور فکری تشکیل بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ نکات ماخذ میں صراحت کے ساتھ امتزاجی تنقید کے خدوخال کے طور پر سامنے آتے ہیں۔

امتزاجی تنقید پر ایک بنیادی اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ مختلف اور بعض اوقات باہم متضاد تنقیدی نظریات کو کس طرح ایک نظام میں جمع کیا جاسکتا ہے؟ اگر ساختیات، پس ساختیات، نئی تاریخیت، نفسیاتی تنقید، مارکسی تنقید اور دیگر نظریات کے اصول باہم مختلف ہیں تو ان کا امتزاج کس بنیاد پر ممکن ہو گا؟

وزیر آغا اس اعتراض کا جواب میکا کی امتزاج کے تصور کو مسترد کرتے ہوئے دیتے ہیں:

"رہا یہ سوال، کیا مختلف نوعیت کے تنقیدی نظریات کی آمیزش "تیل پانی کے ملاپ کی صورت تو نہیں؟ اس سلسلے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ امتزاجی تنقید کے حوالے سے یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ امتزاجی تنقید مختلف تنقیدی نظریوں کو متن پر باری باری آزمانے کی مؤید ہے۔ حالانکہ ایسا ہر گز نہیں ہے۔

در اصل امتزاجی تنقید جیسی ممکن ہے کہ پہلے نقاد خود ایک امتزاجی شخصیت کا مالک ہو۔" (10)

یہاں امتزاجی تنقید کی اصل حکمت عملی واضح ہوتی ہے۔ مختلف نظریات کو یکے بعد دیگرے متن پر آزمانا امتزاجی تنقید نہیں بلکہ ایک طرح کی نظریاتی مشق بن جائے گی۔ امتزاجی نقاد پہلے متن کی نوعیت کو سمجھتا ہے، پھر اپنے علمی ذخیرے سے مناسب تنقیدی وسیلہ منتخب کرتا ہے۔ ماخذ میں امتزاجی شخصیت کی وضاحت کے لیے کمینک اور آلات کی مثال استعمال کی گئی ہے۔ ایک ماہر کمینک کے پاس مختلف ساز اور نوعیت کے آلات موجود ہوتے ہیں، لیکن وہ کسی مشین کو کھولنے کے لیے ہر آلہ باری باری استعمال نہیں کرتا۔ وہ مشین کے کل پرزوں، ساخت اور نوعیت کو دیکھ کر مناسب آلہ منتخب کرتا ہے۔ اس مثال کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ نقاد کے پاس مختلف نظریاتی اور علمی وسائل ضرور ہونے چاہئیں، مگر ان کا استعمال اندھا دھند نہیں ہونا چاہیے۔ متن کی ساخت، نوعیت اور معنوی ضرورت کے مطابق موزوں تنقیدی آلہ اختیار کرنا چاہیے۔ اسی کے برخلاف یک رخ تنقیدی دہشتان ہر متن کو ایک ہی نظریاتی آلے سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں بعض متون کی تفہیم ممکن تو ہوتی ہے مگر دوسرے متون کی ساخت اور معنویت متاثر ہو سکتی ہے۔ وزیر آغا امتزاجی تنقید کو وسیع علمی وسائل سے استفادہ کرنے والی تنقید قرار دیتے ہیں:

"آج جو امتزاجی تنقید ابھر رہی ہے وہ بھی ایک طرح fusion کی پیداوار ہے۔ اس نے بھی تخلیقی انرجی پیدا کی ہے یہ تنقید کسی خاص شعب علم یا نظریہ کی مہیا کردہ Device تک خود کو محدود نہیں رکھتی بلکہ یہ جاننے ہوئے کہ تمام علوم طبیعیات، حیاتیات، علم الانسان، فلسفہ، نفسیات، لسانیات، مارکیٹ نیز مابعد الطبیعیات اور مذہبیات ان سب کا رخ پر اسراریت کے رومۃ الکبریٰ کی طرف جاتا ہے وہ ان کی مہیا کردہ Devices کو جب اور جہاں چاہے متن کے اعماق میں موجود اسراریت تک رسائی کے لیے بروئے کار لارہی ہے یہ نئی تنقید close Reading سے بہت آگے کی بات ہے اسے تنقید کی comprehensive Reading کا نام ملنا چاہیے جو ایک بڑے وٹن کی زائیدہ بھی ہے اور محرک بھی۔" (11)

اس اقتباس میں امتزاجی تنقید کا ایک اہم امتیاز سامنے آتا ہے Close Reading: سے Comprehensive Reading کی طرف سفر۔ یعنی متن کی سطحی یا محدود قرأت کے بجائے اس کے مختلف علمی، فکری، نفسیاتی، سماجی، لسانی اور فلسفیانہ امکانات کو سامنے لانا۔ امتزاجی تنقید کی وسعت کے ساتھ اس کی حدود کا سوال بھی پیدا ہوتا ہے۔ دانیال طریر اسی پہلو پر اہم اعتراض اٹھاتے ہیں:

یہاں یہ سوال نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ کیا ہر متن اپنے اعماق میں موجود اسرار تک رسائی کے لیے ہر طرح کے Devices کے استعمال کی اجازت دیتا ہے؟ میرے خیال میں یہ وہ نکتہ ہے جہاں وزیر آغا اور ان کے مقلدین بھٹک گئے۔ اصل بات متن کی ساخت بندی میں کارفرما عناصر کی ہے اگر تخلیقی شعریات تعبیری شعریات کے مطابق نہ ہوں تو اس کے اعماق تک رسائی کسی طور پر ممکن نہیں ہوتی۔ ایسی ناقذانہ تعبیر عموماً متن سے غیر متعلق ہو کر صرف نقاد کی گہری شخصیت کی تہ داری کا پرتو پیش کرتی ہے مگر متن اس تعبیری عمل میں اپنی وجودی معنویت کھو بیٹھتا ہے شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ علمی تعبیر کو وجودی تعبیر کے مطابق ہونا چاہیے۔ جس سے ہماری تنقید نظر چراتی رہی ہے۔" (12)

دانیال طریر کا اعتراض امتزاجی تنقید کے لیے ایک اہم احتیاط کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اگر ہر متن پر ہر طرح کے علمی یا نظریاتی آلے کو استعمال کرنے کی آزادی ہو تو تنقید متن کے بجائے نقاد کی شخصیت کی عکاسی بن سکتی ہے۔ اس لیے امتزاجی تنقید کی جامعیت کو متن کی ساخت اور داخلی منطق سے مربوط رہنا ضروری ہے۔

اس اعتراض کے تناظر میں یہ فرق اہم ہے کہ امتزاجی تنقید ہر Device کے استعمال کی حامی ہے یا موزوں Device کے انتخاب کی۔ اگر مقصد متن کی نوعیت کے مطابق مناسب تنقیدی وسیلے کا استعمال ہے تو یہ تصور متن مرکز تنقید سے متصادم نہیں رہتا۔

کیا ہر اچھا نقاد امتزاجی ہے؟ دانیال طریر امتزاجی تنقید کے ایک اور بنیادی مسئلے کی نشان دہی کرتے ہیں۔ ان کے مطابق ہر قابل قدر نقاد اپنے تنقیدی نظام کی تشکیل کے دوران ایک ارتقائی عمل سے گزرتا ہے اور اس کے نتیجے میں اس کا نظام مختلف عناصر کا امتزاج بن جاتا ہے۔

ان کے الفاظ میں:

"امتزاجی تنقید کی شعریات کا یہ غور مطالعہ یہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ ہر قابل قدر نقاد اپنے تنقیدی نظام کی وضع سازی میں اسی نوع کے ارتقائی عمل سے گزرتے ہوئے بالآخر کسی ایسی ساخت کے حصول میں کامیاب ٹھہرتا ہے جسے بآسانی امتزاج سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔" (13)

یہ اعتراض امتزاجی تنقید کی انفرادیت کے سوال کو جنم دیتا ہے۔ اگر ہر سنجیدہ نقاد اپنے علمی سفر میں مختلف نظریات اور تجربات سے گزرتے ہوئے ایک مرکب تنقیدی نظام تشکیل دیتا ہے تو پھر امتزاجی تنقید کو ایک الگ دبستان یا ڈسپلن قرار دینے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

امتزاجی تنقید: دبستان یا وزیر آغا کا تنقیدی نظام؟ دانیال طریر کا اہم اعتراض یہی ہے کہ امتزاجی تنقید کو وزیر آغا کے تنقیدی نظام کے عنوان کے طور پر تو قبول کیا جاسکتا ہے، لیکن اسے ایک مستقل تنقیدی ڈسپلن سمجھنا مشکل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"امتزاجی تنقید کو وزیر آغا کے تنقیدی نظام کے عنوان کے طور پر تو قبول کیا جاسکتا ہے مگر اسے کسی الگ تنقیدی ڈسپلن کے طور پر قبول کرنا ممکن نہیں اور اگر ممکن ہے تو شاید ہر قابل قدر نقاد اپنے ارتقائی ناقدانہ سفر میں امتزاجی ہی کہلائے گا۔ اس فرق کے ساتھ کہ اس کی شخصیت کی تعمیر میں معاون عناصر وزیر آغا کی شخصیت کی تعمیر میں معاون عناصر سے مختلف ہوں گے، تاہم جیسا کہ میں کہ چکا ہوں کہ امتزاجی تنقید کا اصرار تعمیری عناصر کے برعکس فیوژن پر زیادہ ہے اور شاید بطور تنقیدی ڈسپلن یہی اس کی سب سے بڑی خامی ہے۔" (14)

یہ اعتراض امتزاجی تنقید کی نظریاتی شناخت پر بنیادی سوال قائم کرتا ہے۔ اگر اسے الگ دبستان تسلیم کیا جائے تو اس کے مستقل اصول، حدود اور اطلاقی طریقہ کار کی مزید وضاحت ضروری ہوگی؛ اگر اسے وزیر آغا کے تنقیدی نظام کے طور پر دیکھا جائے تو اس کی حیثیت زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

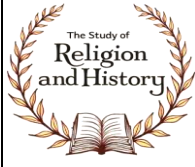
وزیر آغا کے تنقیدی ارتقائی روشنی میں امتزاجی تنقید جو اسلم حنیف وزیر آغا کے تنقیدی نظریے کے ارتقائی پس منظر کو اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے مطابق وزیر آغا نے تخلیقی عمل کے بارے میں ابتدا ہی سے مختلف انداز میں سوچا اور وقت کے ساتھ انہیں یہ احساس ہوا کہ رائج تنقیدی نظریات فن پارے کی مکمل تفہیم کے لیے کافی نہیں۔

اسلم حنیف کے الفاظ میں:

"یہ حقیقت ہے کہ وزیر آغا کا احتزائی نظریہ تنقید کی منصوبہ بندی کا نتیجہ ہیں کیوں وہ ابتدا ہی سے تخلیقی عمل کے بارے میں مختلف انداز سے سوچتے رہے ہیں اور دھیرے دھیرے انہیں یہ احساس بھی ہونے لگا تھا کہ تمام رائج تنقیدی نظریات فن پارے کے تجزیے کے لیے ناکافی ہیں اور تخلیق اگر مختلف و متنوع معنوی دائروں کو سمیٹ سکتی ہے تو اس کے لیے کسی امتزاجی تنقیدی نقطہ نظر کا ہونا ضروری ہے چنانچہ مغرب میں تھیوری کی گونج کے ساتھ ہی انہوں نے امتزاجی تنقید کی ضرورت پر زور دینا شروع کر دیا اور رفتہ رفتہ ان کے خیالات میں استحکام آتا چلا گیا اور آج ان کے نظریے کی جامعیت اور کشادگی کا احساس اردو کے ہر طبقے میں کیا جا رہا ہے۔" (15)

امتزاجی تنقید کو ایک اچانک وضع کیے گئے نظریے کے بجائے وزیر آغا کے طویل فکری اور تنقیدی ارتقا کا نتیجہ سمجھنے کی بنیاد فراہم ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے امتزاجی تنقید کے دو بنیادی رخ سامنے آتے ہیں۔ پہلا رخ اس کی مثبت اور جامع حیثیت ہے۔ یہ یک رخ نظریاتی وابستگی سے گریز کرتی ہے، مختلف علوم اور نظریات کے مثبت پہلوؤں سے استفادہ کرتی ہے، مصنف، متن اور قاری کو ایک باہمی تعلق میں دیکھتی ہے اور نقاد کے لیے وسیع مطالعے کو ضروری قرار دیتی ہے۔



دوسرا رخ اس کی نظریاتی حدود سے متعلق ہے۔ اگر امتزاجی تنقید کو غیر محدود نظریاتی استعمال کی اجازت دے دی جائے تو متن کی اپنی ساخت اور معنوی مرکزیت متاثر ہو سکتی ہے۔ دانیال طریر کا اعتراض اسی خطرے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

چنانچہ امتزاجی تنقید کی کامیابی اس بات میں مضمر ہے کہ وہ جامعیت اور بے مہاری کے درمیان فرق قائم رکھے۔ جامعیت کا مطلب ہر نظریے کو متن پر مسلط کرنا نہیں بلکہ متن کی داخلی ساخت، موضوع، اسلوب اور معنوی امکانات کے مطابق مناسب علمی اور تنقیدی وسیلے کا انتخاب ہے۔

امتزاجی تنقید کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ تنقید کو ایک جامد نظریاتی نظام کے بجائے ایک متحرک اور ارتقائی عمل کے طور پر دیکھتی ہے۔ اس کے نزدیک نقاد کا علمی سفر کسی ایک نظریے پر رک نہیں جاتا بلکہ مختلف فکری اور علمی تجربات سے گزرتا ہے۔

امتزاجی تنقید اردو تنقید میں ایک ایسے فکری رویے کی نمائندگی کرتی ہے جو تنقید کو محدود نظریاتی خانوں سے نکال کر زیادہ وسیع، جامع اور تخلیقی دائرے میں دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وزیر آغا کے ہاں یہ تصور محض مختلف نظریات کے جمع کرنے کا نام نہیں بلکہ ایک ایسی امتزاجی شخصیت کی تشکیل کا تقاضا کرتا ہے جو مختلف علوم، نظریات، تجربات اور فکری رویوں کو اپنے اندر جذب کر سکے۔

تاہم اس جامعیت کے ساتھ متن کی اپنی ساخت اور معنوی خود مختاری کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ دانیال طریر کے اعتراضات اسی بنیادی مسئلے کو سامنے لاتے ہیں کہ تنقیدی وسیلوں کی کثرت اس وقت مفید ہے جب ان کا استعمال متن کی نوعیت اور ساخت کے مطابق ہو۔ اس لیے امتزاجی تنقید کی اصل کامیابی نظریات کی تعداد میں نہیں بلکہ ان کے دانش مندانہ اور تخلیقی انتخاب میں ہے۔ امتزاجی تنقید کا سب سے بڑا کارنامہ شاید کوئی بالکل نیا تنقیدی وظیفہ وضع کرنا نہیں بلکہ تنقید کے ان بنیادی وظائف کی بازیافت ہے جو محدود نظریاتی وابستگی، کم علمی، سہل پسندی اور انتہا پسندی کے باعث دھندلا گئے تھے۔ ماخذ میں بھی اسی نکتے کو اس طرح سمیٹا گیا ہے۔ بلاشبہ امتزاجی تنقید ایک مثبت رویہ ہے۔

حوالہ جات

- 1- وزیر آغا، امتزاجی تنقید کا سائنسی اور فکری تناظر (لاہور: اردو سائنس بورڈ، 2007)، ص 131۔
- 2- رفیق سندیلوی، امتزاجی تنقید کی شعریات (لاہور: کاغذی پیر بن، 2003)، ص 5۔
- 3- وزیر آغا، امتزاجی تنقید کا سائنسی اور فکری تناظر، ص 129۔
- 4- وزیر آغا، امتزاجی تنقید کا سائنسی اور فکری تناظر، ص 24۔
- 5- وزیر آغا، امتزاجی تنقید کا سائنسی اور فکری تناظر، ص 131۔
- 6- ناصر عباس نیر، بحوالہ دانیال طریر، معاصر تصوری اور تعین قدر (کوئٹہ: مہر دانش ٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ پبلی کیشن، 2012)، ص 100۔
- 7- وزیر آغا، امتزاجی تنقید کا سائنسی اور فکری تناظر، ص 23۔
- 8- اسلم حنیف، مشمولہ وزیر آغا، امتزاجی تنقید کا سائنسی اور فکری تناظر (لاہور: اردو سائنس بورڈ، 2007)، ص 11۔
- 9- وزیر آغا، امتزاجی تنقید کا سائنسی اور فکری تناظر، ص 134۔
- 10- وزیر آغا، امتزاجی تنقید کا سائنسی اور فکری تناظر، ص 133۔
- 11- وزیر آغا، بحوالہ دانیال طریر، معاصر تصوری اور تعین قدر (کوئٹہ: مہر دانش ٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ پبلی کیشن، 2012)، ص 101۔
- 12- وزیر آغا، بحوالہ دانیال طریر، معاصر تصوری اور تعین قدر، ص 101۔
- 13- وزیر آغا، بحوالہ دانیال طریر، معاصر تصوری اور تعین قدر، ص 100۔
- 14- وزیر آغا، بحوالہ دانیال طریر، معاصر تصوری اور تعین قدر، ص 106۔
- 15- اسلم حنیف، مشمولہ وزیر آغا، امتزاجی تنقید کا سائنسی اور فکری تناظر (لاہور: اردو سائنس بورڈ، 2007)، ص 67۔